کچھ تجربے، کچھ مشورے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

تلخیص وترتیب

ڈاکٹر شاہ عباد الرحمٰن نشاط

سابق پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ

ابوالحسن علی ندوی اسٹڈی سرکل نئی دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اس مختصر کتابچہ میں مسلمانوں کے لئے جو مشورے پیش کئے گئے ہیں، وہ عالم ربانی اور داعیٔ جلیل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی معرکۃ الآرا کتاب ''دستور حیات'' سے لئے گئے ہیں۔ اس میں حضرت مولاناؒ کے مخاطب خصوصاً وہ مسلمان ہیں جو ''اپنی عادت کے مطابق ایک ڈھرے پر چل رہی زندگی'' کو ایمانی اور اسلامی اخلاق والی زندگی بنانا چاہتے ہیں اور اس سوال سے دوچار ہیں کہ اس کا کیا طریقہ ہے، وہ کہاں سے اپنا سفر شروع کریں اور اسلامی احکام کو اپنی زندگی میں عملی طور پر اپنانے میں کس ترتیب پر عمل کریں۔ حضرت مولاناؒ نے مسلمانوں کے اسی سوال کا جواب دینے کی نیت سے اپنی کتاب ''دستور حیات'' لکھی ہے اور اس کے آخر میں وہ مشورے دئے ہیں جو اس مضمون میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان کا پہلا مشورہ مسلمانوں کو یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو سرسری طور پر پڑھنے کے بجائے اسے ''اپنی زندگی کا دستور العمل، اور اپنے عقائد واعمال کا گائڈ اور رہنما'' بنا کر اس کی تعلیمات کی روشنی میں اخلاص واعتماد کے ساتھ اپنا دینی سفر شروع کریں۔ یہ بات انتہائی اہم ہے کہ حضرت مولاناؒ نے جو مشورے دئے ہیں وہ ان کے ذاتی علمی اور عملی تجربوں پر مبنی ہیں اور ان کی افادیت کے وہ اس حد تک قائل ہیں کہ خود کو بھی اپنی اس کتاب سے استفادہ کا ''ضرورت مند'' سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ہمت، نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ ان مشوروں کو اپنائے (اور اگر توفیق الٰہی یاوری کرے) تو وہ ولایت عامہ نہیں بلکہ ولایت خاصہ کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

یہ بات نہایت اہتمام کے ساتھ لکھی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو حضرت مولاناؒ کے مشوروں سے پوری طرح فائدہ حاصل کرنے کے لئے اصل کتاب ''دستور حیات'' سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہ کتابچہ مسلمانوں کو اصلاً اسی معرکۃ الآرا کتاب سے مانوس کرنے کی نیت سے

تیار کیا گیا ہے۔ اور اسے عام فہم بنانے کے لئے ضرورتاً جا بجا مشکل الفاظ کے بجائے آسان الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی مضامین کو بھی مختصر کر دیا گیا ہے اور جگہ بہ جگہ عناوین بھی قائم کر دئے گئے ہیں۔

زیر نظر کتابچہ کی تیاری اور اشاعت 'ابوالحسن علی ندوی اسٹڈی سرکل، نئی دہلی' کے زیر اہتمام کی جارہی ہے۔ اس اسٹڈی سرکل کا قیام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (جو دورِ حاضر میں دنیا کے چند منتخب اسلامی شخصیات میں تھے) کے ذوق وفکر کو عام کرنے کی نیت سے کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ اس مقصد کے لئے کئی جہت سے کوشش کرے گا جس میں ایسے مختصر مضامین کو سامنے لانا اور پھیلانا بھی شامل ہے۔ خدا کرے یہ نیت اور کوشش اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہو، آمین!

اگر کوئی فرد یا ادارہ اسے اپنے طور پر شائع کرنا اور پھیلانا چاہے تو اسے ہماری طرف سے اجازت ہے۔ وہ بس ان اصولی باتوں کی پابندی ضرور کریں: (۱) اس مضمون میں اپنی جانب سے کوئی کمی بیشی نہ کریں۔ (۲) اس کا تجارتی مقاصد سے اپنے ادارہ سے ایسا الحاق نہ کریں کہ دوسرا اسے نہ چھاپ سکے اور (۳) ابوالحسن علی ندوی اسٹڈی سرکل کو اس کی تحریری اطلاع دیں کہ وہ اسے دعوتی مقاصد سے چھاپ رہے ہیں اور اس کے چند نسخے بھی ارسال فرمادیں۔

شاہ عباد الرحمٰن نشاط
H-14 ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
Email: drserahman@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ تجربے، کچھ مشورے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے مشورے نیچے پیش کئے جاتے ہیں:

ا۔عقائد کی اصلاح

ہم کو سب سے پہلے اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہئے اور قرآن پاک کی روشنی میں (جو عقیدہ میں کسی قسم کے فساد اور کمزوری کی گنجائش نہیں چھوڑتا) اپنے عقائد کا جائزہ لینا چاہئے۔اور اس بات کا پورا اطمینان کر لینا چاہئے کہ ہمارا عقیدہ صحیح ہے۔صحیح اسلامی عقیدہ کیا ہے؟اس کی تفصیل حضرت مولاناؒ کی کتاب ''دستور حیات'' میں تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔

۲۔فرائض کا اہتمام

ہم ان عبادتوں جن کا اسلامی شریعت میں حکم ہے اور خصوصاً اسلام کے چاروں فرائض (نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج) کا ظاہری (یعنی جسمانی طور پر ان کے ارکان ادا کرنے کے شرائط اور طریقے) اور باطنی وروحانی طور پر (یعنی صحیح نیت، دھیان وحضوری، کیفیتِ محبت اور احساس بندگی کے ساتھ) ادا کرنے کا پورا اہتمام کریں، اور جس قدر بھی ہم سے بن پڑے، ہم اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور ان عبادتوں کو پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور سنتوں کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جس قدر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے اور ان عبادتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق ادا کرنے میں کامیاب ہوں گے، اسی قدر ہماری عبادات کامل اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہوں گی۔

ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ خاص طور پر ہماری نماز، جسمانی ارکان کی ادائیگی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ یعنی ان کی نماز کی طرح ہی ہو، اور اپنی حقیقت اور روح میں

بھی، تا کہ ہمارے اخلاق واعمال اور انفرادی واجتماعی زندگی میں اس کے نتائج واثرات ظاہر ہوں اور وہ قرب الٰہی، یقین ومعرفت اور خدا کی محبت میں اضافہ کا طاقتور اور مؤثر ذریعہ ہو۔

۳۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام

عقائد، فرائض اور حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد (یعنی بندوں کے جو ہم پر حق ہیں) کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے تو) اپنے حقوق معاف کردے گا، لیکن بندوں کا اپنے حقوق ومطالبات کو معاف کرنا بندوں ہی کے اختیار میں ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی ایک مجلس میں سوال فرمایا کہ جانتے ہو کہ کنگال اور فقیر کون ہے؟ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں کنگال اور فقیر اس کو سمجھتے ہیں، جس کے پاس نہ نقد ہو نہ سامان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں (صحیح معنی میں) مفلس (کنگال) وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ، سب لے کر آئیگا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو قیامت میں اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی۔ جب اس کی نیکیاں بھی ختم ہوجائیں گی اور اس پر مطالبے باقی ہوں گے، تو (مطالبہ کرنے والوں) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دئے جائیں گے، پھر وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

اس خطرہ سے بچنے اور اپنا حساب صاف رکھنے کے لئے اپنے معاملات میں پوری صفائی اور ان میں بہت اہتمام واحتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ان کے مسائل واحکام کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

ہم کو اپنے پچھلے اور موجودہ حالات پر غور کر کے (یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہئے کہ) اگر کسی کا کوئی حق یا مطالبہ ہمارے ذمہ رہ گیا ہو۔ قرض ہو یا خرید وفروخت (یعنی کسی سے ہم نے کوئی چیز بیچی یا خریدی ہو) کا معاملہ ہو، مشترک جائیداد کا قصہ ہو، ترکہ ومیراث ہو، یا کسی مسلمان

کی دل آزاری کی ہو یا حق تلفی یا تہمت یا غیبت۔ اِس دنیا میں اس کو صاف کرلینا چاہئے۔ یا تو حق دار کو اس کا حق دے دیا جائے یا اس سے (برضا ورغبت) معاف کرالیا جائے۔

۴۔ تزکیۂ نفس (اخلاقی برائیوں کو دور کرنا)

اس کے بعد ہم اپنے اخلاق کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہتر بنانے، اپنی نفسانی کمزوریوں کو دور کرنے، اور قلب کو برائیوں سے پاک کرنے اور اچھائیوں سے آراستہ کرنے کی فکر کریں، اس لئے کہ بُرے اخلاق وہ پردے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے اور اسلامی زندگی کو پوری طرح اپنا لینے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے ہم بُرے کام کرگذرتے ہیں اور شیطان ہمیں بہکانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ (تزکیۂ نفس کے لئے نیچے دی گئی تدبیریں انشاءاللہ مفید ثابت ہوسکتی ہیں)۔

(الف) شریعت کی پابندی اور اتباع: نفس اور اخلاق کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پاک وصاف بنانے میں ہمیں قرآن شریف اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور تعلیمات کے معیار کا پابند ہونا چاہئے (یعنی ہمارے جو اعمال، عادتیں اور رجحانات قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ہیں وہ صحیح ہیں، ان پر ہمیں مضبوط ہونا چاہئے اور جو اعمال، عادتیں اور رجحانات قرآن وسنت کے خلاف ہیں وہ غلط ہیں، ہمیں ان کو چھوڑ دینا چاہئے)۔

(ب) کسی صالح اور مصلح بزرگ کی راہنمائی: (ہمیں اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کہ ہم اپنے تزکیۂ نفس کے لئے فکرمند ہوں اور کسی ایسے اللہ کے نیک بندے سے جن کا میدان تزکیۂ نفس ہو اپنی اصلاح کے لئے تعلق قائم کریں۔ اس لئے کہ

> انسان خواہ کتنا ہی دور اندیش اور باریک بیں ہو، آئینہ میں ہی اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ خوش بخت وہ ہے جو اپنی کمزوریوں اور ان اخلاقی امراض سے جیسے کبر، حسد، حرص وطمع، بخل، کینہ، عداوت، دنیا کی محبت، دولت کے عشق وہوس اور مسلمان کو ذلیل یا حقیر سمجھنے جیسے برے اخلاق سے واقف ہو، اور ان کے مٹانے اور ان سے خلاصی کی فکر رکھتا ہو، اور ان سے اسی طرح لڑ رہا ہو جیسے اپنے جانی دشمن سے لڑتا ہے۔ اور وہ شخص بڑا قسمت والا اور خوش نصیب ہے، جس کو کوئی ایسا ربانی عالم اور ماہر طبیب میسر آجائے، جو اس کو متنبہ

کرے، اوران اخلاقی کمزوریوں اور مخفی (چھپی ہوئی) بیماریوں سے آگاہ کرے اوران سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتائے، اوراس طریقہ کو آسان اور سہل بنادے جس پر طالب عمل کرسکے۔ اس کا نور باطن مستفید ومریض (طالب) میں سرایت کرے، اس کی صفات وخصوصیات کا اس پر پرتَو پڑے، اس کے محاسبۂ نفس (اپنے نفس کی نگرانی) اور خوف وخشیت (اللہ سے ڈرنے) کو دیکھ کر وہ عبرت اور سبق حاصل کرے۔

(ج) صحبت نیک: ''قدیم زمانہ میں (اللہ والوں کی) صحبت (تزکیۂ نفس کے لئے) سب سے آسان طریقۂ علاج تھا اور بڑے بڑے امام اور علماء، اللہ کے مخلص اور ربّانی بندوں کی تلاش میں رہتے تھے (اوران کی صحبت اختیار کرنے کا اہتمام کرتے تھے)، خواہ وہ بزرگ بندے علم میں ان سے کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ ان بزرگوں کی مجلس اور صحبت میں ان علماء کو بھی وہ کچھ ملتا تھا جو اصلاح حال اور تربیت باطنی میں ان کے لئے معاون ومددگار ہوتا تھا اوران کے لئے نفس اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے صاحب زادہ نے جب ایک باران سے اسی طرح اللہ کے ایک نیک اور برگزیدہ بندے کی مجلس میں ان کی شرکت کے عمل واہتمام پر سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: ''بیٹا، آدمی وہیں بیٹھتا ہے، جہاں اپنے قلب (دل) کا نفع دیکھتا ہے''۔ روز بروز بڑھتے ہوئے بگاڑ اور فساد کے باوجود کوئی زمانہ بھی ایسے ربانی علماء اور اہل قلوب سے (اگرچہ وہ کسی دور میں زیادہ اور کسی دور میں کم رہے ہوں) خالی نہیں رہا۔''

(د) اپنی نگرانی آپ: ''لیکن جس کو کسی وجہ سے ایسے (اللہ والوں کی) صحبت نہ مل سکی ہو، وہ اپنے نفس اور باطنی حالات پر خود خصوصی توجہ دے اور اپنی روحانی بیماریوں اور کمزوریوں سے واقف ہونے کی کوشش کرے، اس لئے کہ ارشاد قرآنی ہے: بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ، وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ (القیامۃ ۱۴-۱۵) (بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے، اگرچہ عذر ومعذرت کرتا رہے)۔

(اگراس نے ایسا کیا تو) ''وہ انشاء اللہ اپنی اخلاقی کمزوریوں سے واقف ہوجائے گا۔ اس کے بعد وہ قرآن وسنت اوراس امت کے ربانی علماء اور اہل اللہ کے تجربات اور ہدایات کی روشنی میں ان کے علاج کی فکر کرے۔ علماء اسلام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا

ہے اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مثال کے طور پر امام غزالیؒ کی کتاب ''احیاء العلوم''، حضرت سید احمد شہیدؒ کی ''صراط مستقیم'' اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ''تربیت السالک'' کے مطالعہ کا مشورہ دیا جا سکتا ہے۔''

(ہ) اپنی حفاظت کی فکر: اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ذکر ودعاء کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی اپنے نفس کی طرف سے چوکنا رہنا چاہئے کہ وہ کہیں غافل پاکر کسی اخلاقی برائی میں ہمیں مبتلا نہ کردے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں ان لوگوں کی صحبت سے بہت دور رہنا چاہئے جو غفلت، بے دینی اور گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔

(و) سیرت اور حدیث کی کتابوں کا مطالعہ: اس کے بعد زیادہ سے زیادہ سیرت نبوی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کتابوں) اور احادیث کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ زندگی کے لئے اس کو راہ نما، اور تمام اعمال وحرکات وسکنات میں نمونہ بنانا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے اس پر عمل کرنے اور اس پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۵۔ مسائل شرعی سے واقفیت

فرائض، جیسے ''نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ضروری دینی احکام ومسائل، حلال وحرام، جائز وناجائز، فرائض وواجبات اور سنتیں، معاملات میں صحیح اور غلط کی پہچان اور شریعت کے حدود سے واقفیت کی بھی ضرورت ہے۔ خاص طور پر کسی نے جو پیشہ یا مشغلۂ زندگی اختیار کیا ہے، اس کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں، ان کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا خدا سے ڈرنے والے اور آخرت کی فکر رکھنے والے مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے لئے مسائل کی کسی ایسی کتاب کو جو کسی قابل اعتماد عالم کی لکھی ہوئی ہو، مطالعہ میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

۶۔ ہر کام کو اللہ پر یقین اور اجر وثواب کی نیت سے کرنا

(ہمیں اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ ہم ہر کام ایماناً واحتساباً یعنی اللہ کے وعدوں پر پورے یقین اور اس کام کے کرنے پر اجر وثواب کا جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، اسے حاصل کرنے اور پانے کی امید کی نیت سے کریں۔ اس نیت کی برکت سے ہم کسی کام کو بھی اللہ تعالیٰ

سے غفلت اور بے توجہی کے ساتھ محض عادت کے طور پر نہیں کریں گے)۔ ”بعض عبادتوں کے بارے میں تو خاص طور سے یہ شرط بھی ذکر کی گئی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین اور اس پر ملنے والے اجر وثواب کی لالچ کی نیت سے کیا گیا ہو۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صام رَمَضان ایماناً واحتساباً غُفِرَ لهٗ ما تقدّم مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (جو خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید میں رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کردئے جائیں گے)۔“

صحابہ کرامؓ، اس امت کے صلحاء و ربانی علماء اور عام مسلمانوں کے درمیان بڑا فرق یہی ہے کہ اُن کا عمل اپنے اندر اعلیٰ درجہ کا ایمان ویقین اور ذوق وشوق رکھتا تھا اور عام مسلمانوں کا عمل غفلت و بے توجہی اور عادت و بے نیتی سے ہوتا ہے۔

اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین اور ان پر کئے گئے اجر وثواب کی لالچ میں ہر کام کرنے کا اہتمام کریں تو جو کام ہم کر رہے ہیں، بلکہ بچپن سے عادتاً کرتے رہے ہیں، تو ان میں کچھ اور ہی اثر اور نورانیت پیدا کریں گے اور اپنی زندگی میں ان کا کھلا اثر بھی محسوس کریں گے۔

اللہ کی رضا کی نیت صرف عبادات جیسے نماز وروزہ کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ رزقِ حلال کو حاصل کرنے اور کمائی کے دوسرے ذریعے مثلاً تجارت، کھیتی یا دوسرے پیشے میں کام کرنے میں بھی ہماری نیت اللہ کی رضاء حاصل کرنے کی ہونی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔“

”لہٰذا ہر وہ عمل جس کو انسان صرف اللہ کی رضاء حاصل کرنے اور اخلاص کے جذبہ اور طاعت وفرمانبرداری کے ساتھ انجام دے، وہ عمل اللہ سے قربت حاصل کرنے اور یقین وایمان کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہونچنے کا ذریعہ ہے، چاہے وہ عمل اللہ کے راستہ میں جہاد وقتال ہو، یا حکومت وانتظام، یا دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا ہو، یا نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے، یا رزق حلال وملازمت کی کوشش ہو، یا جائز دل بہلانے کا سامان، یا خاندانی اور ازدواجی زندگی سے خوشی حاصل کرنا ہو۔

اس کے برخلاف ہر وہ عبادت یا دینی خدمت دنیاداری سمجھی جائے گی جو اللہ کی رضاء کی

طلب اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان اور ان کی تکمیل سے خالی ہو اور اس پر غفلت اور خدا فراموشی کے پردے پڑے ہوں۔ خواہ وہ عمل فرض نماز، ہجرت، جہاد، ذکر و تسبیح اور شہادت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے عمل کا کرنے والا ہر شخص خواہ عالم و مجاہد ہو یا داعیٔ و مبلغ، اس کو ثواب سے محرومی کا سامنا کرنا ہوگا۔ بلکہ خطرہ ہے کہ یہ اعمال اور خدمات اس کے لئے وبال اور اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب (دوری کا سبب) نہ بن جائیں۔"

۷۔ قرآن پاک کی تلاوت

مناسب یہ ہے کہ قرآن پاک کا (روزانہ کا) ایک ورد مقرر کرلیا جائے جس کی پابندی کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور کسی بیماری یا شدید مجبوری کے علاوہ اس کو کبھی چھوڑا نہ جائے۔

جو وقت اس تلاوت میں لگے اس کو پوری زندگی کا حاصل اور کمائی اور سعادت و برکت کا سب سے قیمتی وقت سمجھا جائے۔ اس وقت ہم اپنے کو خدائے تعالیٰ سے بہت قریب سمجھیں۔

سلفِ صالحین میں قرآن سے استفادہ اور ان کی زندگی میں اس کے اثرات ظاہر ہونے میں جو فرق اور ایک دوسرے پر جو امتیاز و فضیلت تھی، وہ محض قرآن کے معانی و مطالب اور باریک نکتوں پر غور کرنے کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ خدا تعالیٰ کے جلال و کمال اور اس کی عظمت و کبریائی، انسانی سمجھ سے اس کلام کی بلندی و اعجاز اور اس کے حسن اور دل چھو لینے والی صفت اور چاشنی و لذت کا نتیجہ تھا۔

اس سلسلہ میں دو چیزیں مفید ہیں:

(الف) ایک تو قرآن کے فضائل، قرآن کی تلاوت کے فضائل اور اس کے نتیجہ میں جو قرب و رضائے الٰہی، اجر و ثواب اور آخرت میں جو نعمتیں ملیں گی، ان کا دھیان و یقین۔

(ب) دوسرے صحابۂ کرام، تابعین، فقہاء و محدثین، علماء ربانی اور اہل اللہ کی تلاوت، قرآن پر غور و فکر اور قرآن کے ساتھ ان کے ادب و اہتمام کے واقعات کا مطالعہ۔

یہ بھی بہت مفید اور سود مند ہے، اور تجربہ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ ہم قرآن پاک سے (جس حد تک ممکن ہو) براہ راست تعلق قائم کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اور کلام اللہ کے درمیان مستقل طور پر کوئی تشریح و تفسیر یا کوئی انسانی فکر یا سمجھنے کا کوئی خاص انداز (ہمارے

قرآن سمجھنے میں) حجاب بن جائے، اور جس پر انحصار کرلیا جائے اور جو قرآن سے اس طرح پیوست ہوجائے کہ (قرآن پڑھتے ہوئے) اس (فکر یا انداز) کو الگ کرنا یا اس سے ذہن کو خالی رکھ کر قرآن پر غور کرنا مشکل ہوجائے اور ہم قرآن کا مطالعہ اسی خاص تشریح وتفسیر کی روشنی میں کریں جو بعض علماء اور خاص طور پر علمائے متأخرین (بعد کے دور کے علماء) نے پیش کی ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

(ایک مسلمان کو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سے زیادہ محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق ورابطہ مضبوط ہو اور اس کے دل میں آپ کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو)۔ اسے چاہئے کہ حدیث شریف اور سیرت کی کتابوں کا اہتمام کے ساتھ مطالعہ کرتا رہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے، وہ اس کی یاد اور اس کے حالات وعادات کی تلاش وجستجو میں رہتا ہے اور نتیجتاً اس کو بھی محبت سے وافر حصہ ملتا ہے۔

اُن اہل دل اور اہل محبت کے حالات وواقعات کا مطالعہ بھی مفید ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "عشق" سے بڑا حصہ ملا ہے۔ ایسے عشاق ومحبت کرنے والوں کے حالات، ان کے ملفوظات اور ان کے اشعار کا مطالعہ عجیب اثر رکھتا ہے۔

اسی طرح کثرت سے درود شریف پڑھنا بھی بہت مفید ہے۔ درود کی بڑی تاکید ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کی بڑی ترغیب آئی ہے اور حدیث شریف میں بھی۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (اپنے تمام اوراد کے بدلہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف درود ہی پڑھا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، تب تمہاری پریشانیاں دور ہوجائیں گی، اور گناہ بخش دیے جائیں گے"۔ (ترمذی)

۹۔ ذکر کا اہتمام

بعض خاص اوراد واذکار کا بھی اہتمام کرنا چاہئے جن سے ہماری زبان تر رہے اور جن کو ہم اپنا ورد بنالیں۔ یہ اوراد واذکار ان اذکار کے علاوہ ہوں جو خاص اوقات اور موقعوں کے لئے خود اس کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں۔

١٠۔ اہل اللہ کی سیرت کا مطالعہ

ایسے صالحین امت، علمائے ربانیین اور مخلص وقناعت شعار ائمہ دین کی سیرت وسوانح کو بھی اپنے مطالعہ میں رکھا جائے جن کے عقیدہ کے صحیح ہونے، رسول اللہ ﷺ کی سچی پیروی، کتاب وسنت سے واقفیت، نفس وشیطان کے شرور (برائی) کو سمجھنے اور آخرت کی فکر پر امت کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ جو بڑے ناقد ومحدّث ہیں لکھتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک ومشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں، اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ موثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ بھی شامل کیا جائے، حرام وحلال کا خالی علم قلب میں رقت پیدا کرنے کے لئے کچھ زیادہ سودمند نہیں۔ قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے مؤثر احادیث وحکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے، اس لئے کہ ان نقول وروایات کا جو مقصود ہے، وہ ان کو حاصل تھا۔ احکام پر ان کا عمل شکلی اور ظاہری نہ تھا، بلکہ ان کو اس کا اصلی ذوق اور لبّ لباب حاصل تھا۔ اور یہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرنے کے بعد ہے۔

سلف کی ایک جماعت کسی نیک اور بزرگ شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی، علم کے استفادہ کے لئے نہیں، اس لئے کہ یہ طور وطریقہ اس کے علم کا اصلی پھل تھا۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ وحدیث کی تحصیل میں سلف صالحین اور زہّاد امت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تاکہ اس سے تمہارے دل میں رقت پیدا ہو۔ (صید الخاطر۔ ج ٢ ص ٣٠٢۔٣٠٣)

ہمیں کم از کم اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ ان اصحاب صدق وصفا اور راہ خدا کے داعیوں اور مبلغوں کے لئے (جن کے ہاتھوں پر ملک کے ملک مسلمان ہوئے اور قوموں کی

تو میں داخل اسلام ہوئیں اور جن کو دین کی حقیقت اور لب لباب حاصل تھا) ہمارے دلوں میں ذرہ برابر بھی ناپسندیدگی یا غلط خیالات نہ ہوں۔ بلکہ ان کے احسانات کے اعتراف، ان کے لئے دعاء، ان کی قدر دانی، ان کے لئے عذر خواہی اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی، جن سے کوئی انسان خالی نہیں ہوتا، ہمارا شعار ہو۔

۱۱۔ دعوت وتبلیغ کا اہتمام

ہم اپنی زندگی میں جن چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں ان میں دعوت وتبلیغ کا بھی ایک حصہ رکھیں۔ یہی انبیاء کرام کی بعثت کا پہلا مقصد تھا، اسی لئے آسمانی کتابوں کا نزول ہوا، اور یہ امت اسی لئے برپا کی گئی۔

لیکن (یہ اصولی بات ذہن میں رکھنی چاہئے) کہ اصلاح ودعوت وتبلیغ کی کوئی خاص شکل، یا متعین میدان، یا لگا بندھا کوئی ایسا نظام نہیں جس کو تبدیل کرنا یا اس سے ہٹنا ناجائز ہو۔ بلکہ یہ ان دینی اعمال میں سے ہے جن کا کوئی (مخصوص) نظام یا خاص شکل قرآن وحدیث نے متعین نہیں کیا ہے۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب ''دعوت وتبلیغ کا معجزانہ اسلوب'')۔ البتہ جتنا یہ طریقہ اسوۂ نبوی اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے مشابہ ہوگا اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوگا۔

ہمارا یہ بھی ایک فریضہ اور دینی ذمہ داری ہے کہ ہماری زندگی مسلمانوں کے حالات کی فکر، ان کے غموں اور خوشیوں اور زندگی کے تلخ وشیریں واقعات میں ان کے ساتھ شرکت سے خالی نہ ہو۔ ہم جہاں بھی ہوں پورے اسلامی خاندان کے ساتھ امیدوں، آرزؤں، احساسات اور جذبات میں شریک رہیں۔

۱۲۔ حسن خاتمہ کی فکر

ہمیں اپنے دل میں رقت وسوز وگداز پیدا کرنے، زہد وتقوی کی زندگی گذارنے، آخرت میں کام آنے والی چیزوں میں مشغولیت، لمبی لمبی امیدوں اور آرزؤں سے پرہیز، زندگی کے مختصر ہونے، دنیا کی بے ثباتی اور موت کے استحضار (کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے) کا مزاج بنانا چاہئے۔ اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں مراقبۂ موت (یعنی یکسو ہو کر

یہ سوچنا کہ مرنے کے بعد کن مراحل سے گذرنا ہوگا) میں کچھ وقت صرف کرنا چاہئے۔ اور حسن خاتمہ (اچھی حالت میں موت) کی شدید فکر ہونی چاہئے، کیونکہ اعتبار حسن خاتمہ ہی کا ہے۔ اس امت کے تمام اولیائے کاملین، عارفین و محققین پر حسنِ خاتمہ اور ایمان پر موت کی فکر ایسی غالب رہتی تھی کہ یہی ان کی فکر کا محور اور ہمہ وقت مشغول رکھنے والا کام تھا۔ ان کو کبھی اپنے نیک اعمال پر اور لوگوں کی عقیدت و حسن ظن پر نہ ناز تھا، نہ اپنی سعی و کوشش اور جد و جہد پر اعتماد۔ اور وہ اس حدیث کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے:

> حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کو بھی؟ فرمایا: ہاں، مجھ کو بھی، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ ٹھیک ٹھیک چلو، اور قریب قریب رہو، صبح بھی چلو اور شام بھی چلو، اور کچھ رات گئے بھی چلو، اور دیکھو میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، منزل تک پہونچ جاؤ گے۔ (بخاری شریف)

بہت مناسب ہے کہ حسن خاتمہ کے فکر و اہتمام کی دعوت دینے والی یہ حدیث ہماری اس کتاب کا بھی حسنِ خاتمہ بن جائے۔

ما تعبدونَ مِن بَعدِي

(میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

[حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی ایک تقریر میں مسلمان والدین کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں ایک قرآنی آیت کے ذریعہ متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج یہ سوال خصوصاً ہر مسلمان کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل بن چکا ہے۔ حضرتؒ کی تقریر کا ایک کلیدی اقتباس نیچے پیش کیا جارہا ہے۔]

''اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ ملت کے لئے ایک پوسٹر بنانا ہے اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے اور اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، تو میں کہوں گا کہ **''ما تعبدون من بعدی''** لکھ دو۔ پوسٹر کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے، اور جب تک دنیا میں ہے، اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس سوال کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوں کے لئے، اپنی آئندہ نسل کے لئے، یہ اطمینان ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ **''ما تعبدون من بعدی''** میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانے پر، خاندان کے پیمانے پر، برادری کے پیمانے پر، معاشرہ کے پیمانے پر، محلّہ کے پیمانے پر، قصبہ کے پیمانے پر، اور آخر میں، مَیں کہتا ہوں کہ ملت کے پیمانے پر اور ملت ہندیہ اسلامیہ کے پیمانے پر (یہ سوال) ہمارے دلوں پر نقش ہے یا نہیں؟ ہماری آنے والی نسل ہمارے بعد کس راستے پر چلے گی؟ وہ کس گروہ اور ملت کی پیروی کرے گی؟ کس کی پرستش کرے گی؟ کن عقائد کو مانے گی؟ یہ خدائے واحد کی پرستار ہوگی یا سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں خداؤں اور دیوتاؤں کی؟ یہ اس وسیع کائنات میں اور اپنی محدود زندگی میں کس کے دست قدرت کو کام کرتا ہوا دیکھے گی اور مانے گی؟''

نفسانیت کا کھیل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشہ دکھاتا رہا ہے۔ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجیے، اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجیے، کہ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے۔ ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے۔ اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہوگئے ہیں، اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کردیا گیا ہے۔ اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے۔ اسپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا، اوران کا چراغ گل کردیا۔ اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے۔ یمنی اور حجازی، ربیعہ ومضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا، اور یہ ملک اقبالؒ کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہوگیا۔

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے۔ برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کردینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کردینے والی چیز یہی ''نفسانیت'' تھی۔

دینی مدارس کی قدر کیجئے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

''مدرسوں کی بڑی قدر کی ضرورت ہے، یہ روشنی کے مینار ہیں، اگر یہ نہ رہیں گے تو تاریکی ہی تاریکی ہوگی، تب کوئی یہ بتانے والا نہ ہوگا کہ اللہ کس بات سے راضی ہوتا ہے، کس بات سے ناراض ہوتا ہے؟ کس بات پر پکڑ ہوگی اور کس بات پر پکڑ نہ ہوگی؟ اس کا بتانے والا کوئی نہیں رہ جائے گا۔ اس لئے یہ مدرسے چاہے دیکھنے میں کتنے ہی معمولی معلوم ہوتے ہوں؛ لیکن یہ بہت اہم ہیں۔ یہ اسکول اور کالج چاہے جتنے بڑے ہوں، اگر وہ نہ رہیں گے تو آپ کا کوئی بڑا نقصان نہیں ہے۔ بس یہی تو ہوگا کہ کہ بہت بڑی کوئی ملازمت آپ کو نہ ملے گی۔ آپ کاروبار کرلیجیے گا، یا کسی طریقہ سے اپنا پیٹ پال لیجیے گا۔ یہی تو ہوگا، نہ ہوں گے آپ بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی، آپ کام تو چلالیں گے۔ لیکن یہ مدرسے نہ ہوئے تو کیا ہوگا؟ یہ مدرسے نہ ہوئے تو کوئی آپ کو بتانے والا نہ ہوگا کہ کس بات سے اللہ خوش ہوتا ہے، کس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے؟ اور کس بات سے آخرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، کس بات سے آخرت میں تباہی ہوتی ہے؟ تو آپ ان مدرسوں کی قدر کیجیے، اور ان کی اہمیت کو سمجھیے۔ ہماری زندگی کے سوتے اور کامیابی کے چشمے ان سے پھوٹتے ہیں۔ ان ہی سے ہم کو معلوم ہوگا کہ کامیاب کون ہے اور ناکام کون؟ اس لئے ان مدرسوں کی قدر کیجیے، اگر ان کی ناقدری کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہوگا۔''

04.11.2016

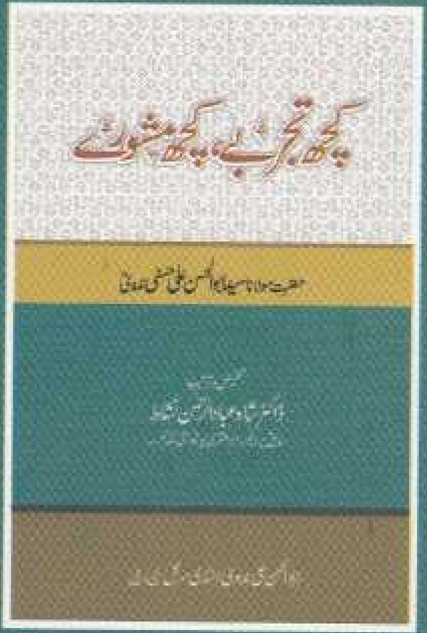

اس مختصر کتابچہ میں مسلمانوں کے لئے جو مشورے پیش کئے گئے ہیں، وہ عالم ربانی اور داعی جلیل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی معرکۃ الآرا کتاب ''دستور حیات'' سے لئے گئے ہیں۔ اس میں حضرت مولاناؒ کے مخاطب خصوصاً وہ مسلمان ہیں جو ''اپنی عادت کے مطابق ایک ڈھرے پر چل رہی زندگی'' کو ایمانی اور اسلامی اخلاق والی زندگی بنانا چاہتے ہیں اور اس سوال سے دوچار ہیں کہ اس کا کیا طریقہ ہے، وہ کہاں سے اپنا سفر شروع کریں اور اسلامی احکام کو اپنی زندگی میں عملی طور پر اپنانے میں کس ترتیب پر عمل کریں۔ حضرت مولاناؒ نے مسلمانوں کے اسی سوال کا جواب دینے کی نیت سے اپنی کتاب ''دستور حیات'' لکھی ہے اور اس کے آخر میں وہ مشورے دئے ہیں جو اس مضمون میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

Published by :
ABUL HASAN ALI NADWI STUDY CIRCLE
H-14, Abul Fazal Enclave, Part-1, Jamia Nagar
New Delhi-110025 M.: +91-9818237391